

تدوین فقہ اور امام ابوحنیفہؒ کی خدمات

بیسویں صدی مسلمانوں کے عروج و انحطاط کی مختلف داستانوں کو سمیٹتے ہوئے رخصت ہو چکی ہے۔ موجودہ صدی اسی تسلسل میں متعدد نئے منظر نامے پیش کر رہی ہے۔ نوآبادیاتی دور کے بعد مسلم دنیا اپنے دینی اور تہذیبی شخص کی حفاظت کے لیے جو کاوشیں کر رہی ہے، وہ مقدار اور معیار میں کم ہوتی محسوس ہو رہی ہیں۔ تہذیبوں اور تمدنوں کا تصادم بالکل عیاں ہو چکا ہے۔ اندریں حالات مسلم ائمہ ایک ہمہ جہت بحران کا شکار ہے۔ سیاسی، معاشی، تعلیمی، سماجی، اور عسکری میدانوں میں اپنے نظریات و افکار کے بقا اور احیاء کے احساس میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ تعلیم و تربیت اور ثقافت کے مسائل کے ساتھ ساتھ قیام عدل کے لیے فقہ و قانون، عدالتی طریق کار اور نظام عدل کو موثر طور پر فعال بنانے، قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے اور ان کے موثر نفاذ کے مسائل کو بنیادی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔

عانتہ المسلمین جہاں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو اسلامی تعلیمات کے مطابق تشکیل دینے میں مصروف ہیں، وہیں ادارتی سطح پر وہ اپنے تعلیمی، سیاسی، اقتصادی، قانونی، اور عدالتی نظام کو بھی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔ مسلم اہل دانش اس مقصد کے لیے اجتہاد و بصیرت اور اپنی باثروت روایات سے کام لے کر پیش آمدہ چیلنجوں کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ (۱) ان میں قرآن و سنت کے مصادرِ اصلیہ کے ساتھ ساتھ صحابہؓ اور ازمنہ وسطیٰ کے ائمہ مجتہدین اور علماء، فقہاء اور اصحاب دانش کے لازوال علمی سرمایوں میں ہمارے لیے معاونت و راہ نمائی کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ یہ علمی سرمایہ ہمہ پہلو اور ہمہ جہت ہے، جس کا آغاز تاریخی طور پر دیکھا جائے تو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مسعود سے ہوتا ہے۔ آپ کے عہد میں اس وقت کی موجود دنیا میں نظام ہائے حیات بالکل مختلف تھے۔ صاحب قرآن نے ہدایتِ ربانی کے نچوڑ اور صحیفہ فطرت، قرآن حکیم کی روشن تعلیمات سے اور اپنے حسن عمل سے عقائد و افکار، معاشرت، معیشت، قانون و سیاست، تعلیم و تربیت غرض یہ کہ ہر شعبہ حیات میں جو تاریخی اور مثالی عظیم انقلاب برپا کیا، وہ کسی بھی صاحب علم و دانش سے مخفی نہیں۔ اغیار بھی حضورؐ کے مشن کی عظیم کامیابی کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم روحانی اعتبار سے بھی اور دنیوی اعتبار سے بھی پوری تاریخ عالم میں سب سے کامیاب شخصیت ہیں۔ (۲)

☆ لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج، بھکڑ

اس تمہید سے مقصود یہ ہے کہ قرآن حکیم اور سنت رسول میں جو راہ نما اور زریں اصول موجود ہیں، وہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لیے ہر شعبہ حیات میں کامل راہ نمائی کے لیے کافی و وافی ہیں۔ ہاں زمانے کی گردش، مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کے امتزاج یا تصادم سے نئے ابھرنے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے حضورؐ کے فرمودہ طریق کے مطابق اجتہاد سے کام لینا ہوگا۔ (۳)

احادیث کے معتبر و مستند مجموعوں میں بکثرت ایسی روایات ملتی ہیں کہ حضورؐ نے نہ صرف ذاتی اجتہاد سے ایک مسئلے کو واضح فرمایا، بلکہ علت و معلول کے باہمی ربط اور ان وجوہ و اسباب کی نشان دہی بھی فرمادی جو اس مسئلے میں بنیاد و اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (۴) یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ آپ کے عہد میں سر زمین حجاز کے باشندے تہذیب و ثقافت اور معاملات و معاشرت کے ضمن میں فطری سادگی کے حامل تھے، لہذا پیچیدہ مسائل کا بہت کم سامنا ہوا۔ تاہم سلطنت اسلامی کی روز بروز وسعت کے ساتھ جب بے شمار ممالک اور علاقے اسلام کی نورانیت سے منور ہو گئے اور مختلف و متنوع تہذیبوں و تمدنوں سے تعلق رکھنے والے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو نئے پیچیدہ مسائل سامنے آئے جنہیں یا خلافت راشدہ میں اجتماعی طور پر صحابہ کرام کی مشاورت سے حل کیا گیا یا پھر انفرادی سطح پر فتوے دیے گئے۔ (۵) مختلف وجوہ و اسباب کی بنا پر کبار صحابہؓ کے فتووں میں کہیں کہیں اختلاف بھی نظر آتا ہے۔ (۶) یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ عہد نبوی یا خلافت راشدہ کے دور میں بلکہ عہد عباسی کے ابتدائی دور تک اسلامی قانون کا سرکاری سطح پر تدوین نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلطنت اسلامی کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور اس دوسرے مرحلے میں پہلے سے کہیں زیادہ پیچیدہ مسائل سامنے آئے جنہیں حل کرنے میں ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل کے علاوہ امام جعفر صادق، امام سفیان ثوری، عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ، لیث بن سعد، اسحاق بن راہویہ، عبد الرحمن اوزاعی اور داؤد ظاہری وغیرہم کے اسما قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں اور شب و روز محنت اور ان تھک کوششوں سے فقہ اسلامی کے پودے کی آب یاری کی۔ تاہم مذاہب فقہ میں سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت فقہ حنفی کو حاصل ہوئی۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے امام ابوحنیفہؒ کا تعارف کراتے ہوئے تحریر کیا ہے:

Abu Hanifa (d-767) founder of the hanafi school of law, to which almost 80 percent of the muslims in the world adhere. (7)

ڈاکٹر سحیحی محضانی نے فقہ حنفی کی ابتدا کا ذکر اور امام کا مختصر تعارف ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

”مذہب حنفی کو فد میں پیدا ہوا جس کے بانی امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جو امام اعظم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی علمی زندگی کی ابتدا علم کلام کے مطالعے سے ہوئی۔ پھر آپ نے اہل کوفہ کی فقہ اپنے استاذ حماد بن ابی سلیمان (م ۱۲۰ھ) سے پڑھی۔ عملی زندگی کے لحاظ سے آپ ریشمی کپڑوں کے تاجر تھے۔ علم کلام اور پیشہ تجارت نے آپ میں عقل و رائے سے استنبواہ کرنے، احکام شرعیہ کو عملی زندگی میں جاری کرنے اور مسائل جدیدہ میں قیاس و استحسان سے کام لینے کی صلاحیت تامہ پیدا کر دی تھی۔“ (۸)

کوفہ کا شہر عہد صحابہ میں وقیع علمی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت علیؓ کے تلامذہ کا مستقر

تھا۔ اسی شہر میں ۱۰ھ میں امام ابوحنیفہؒ کی پیدائش ہوئی اور ۱۵ھ میں بغداد میں وفات پائی۔ (۹) آپ کی پرورش ایک خالص اسلامی گھرانے میں ہوئی۔ (۱۰) الکتور محمد یوسف موسیٰ نے آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات اور تجارت میں آپ کی امانت و دیانت کا ذکر کرنے کے بعد علم فقہ کی طرف آپ کے میلان کی مختلف روایات بیان کی ہیں۔ (۱۱) امام ابوحنیفہؒ کی پوری زندگی ایک طرف زہد و تقویٰ سے مزین، اخلاق فاضلہ سے آراستہ اور امانت و دیانت کی آئینہ دار ہے (۱۲) تو دوسری طرف علم و تحقیق، تدوین فقہ اور شب و روز نئے مسائل میں غور و فکر اور بحث و تمحیص اور اجتہادی مساعی کی عکاسی کرتی ہے اور بقول ڈاکٹر صحتی محضانی و فور علم کی بنا پر انہیں امام عظیم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ (۱۳) خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد (۱۴) اور خیر الدین زرکلی نے الاعلام (۱۵) میں امام شافعیؒ کے مختلف اقوال ذکر کیے ہیں کہ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے صدر الامم الموفق المکی کے حوالے سے محمد بن ابی مطیع کے والد کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے کوئی چار ہزار مشکل سوالات مرتب کیے جو مختلف فنون و واقعات سے متعلق تھے۔ امام صاحب نے رفتہ رفتہ ان کے تمام سوالات کے کافی و شافی جوابات دے دیے۔ (۱۶) ابن خلدون نے مقدمہ میں امام صاحب کی اجتہادی بصیرت کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے: ”اہل عراق کے امام اور مذہبی پیشوا ابوحنیفہ العمان بن ثابت، جن کا مقام فقہ میں اتنا ارفع اور اعلیٰ ہے کہ کوئی اس تک نہیں پہنچ سکا۔“ (۱۷)

فقہ اسلامی کی تدوین کی ضرورت

امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ سے قبل جلیل القدر تابعین حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت حماد، حضرت ابراہیم نخعیؒ وغیرہم اور اہل علم صحابہ کرام کے ہاں علم حدیث کی طرح فقہی مسائل کے استخراج و استنباط اور اجتہاد کو بھی اہمیت حاصل تھی اور فقہ و اجتہاد کے بہت سے مسائل اور احکام مدوّن بھی ہو چکے تھے، مگر یہ باقاعدہ اور منظم تدوین نہ تھی اور نہ اسے ایک مستقل فن (Science) کی حیثیت حاصل تھی اور نہ ابھی تک استدلال و استنباط مسائل کے قواعد مقرر ہوئے تھے۔ فقہ و اجتہاد جو اپنے وسیع اور ہمہ گیر نظام اور جامع فن ہونے کی وجہ سے جزئیات مسائل پر حاوی ہے، اس کو باقاعدہ ایک دستور اور قانون کے مرتبہ تک پہنچانے کے لیے ابھی بہت سے مرحلے باقی تھے۔ ہجرت کا ایک سو بیسواں سال تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ حماد وفات پا چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب تمدن میں وسعت کی وجہ سے عبادات و معاملات میں کثرت مسائل کے واقعات پیش آنے لگے۔ تعلیم و تعلم میں ترقی اور تنوع، تجارت کا فروغ، ملکی تعلقات اور بین الاقوامی مسائل و معاملات میں بے انتہا وسعتوں کے پیش نظر استنباط و استفسار مسائل کی کثرت ہونے لگی۔ سرکاری قضاة و حکام شرعی کے قضا یا فیصلوں میں غلطی کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ احکام و مسائل کے کثیر اور وسیع جزئیات کو اصولوں کے ساتھ ترتیب دے کر ایک فن بنایا جائے اور آنے والی نسلوں کے لیے ایک ایسا دستور العمل مرتب کر دیا جائے جس میں تمام چیزوں کی رعایت ہو۔ یہ کام فقہ اسلامی کی مکمل تدوین اور اصولوں کی تعیین کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کی مجتہدانہ طبیعت اور متقیانہ مزاج نے ان کو خود اس فن کی ترتیب پر آمادہ کیا۔ ظاہر ہے فقہ اسلامی کی تدوین اور ترتیب میں فقہ و اجتہاد کے تمام پہلو شامل ہونے تھے، لہذا یہ ایک پرخطر اور حزم و احتیاط کا کام تھا۔

مجلس اجتہاد کی تشکیل اور اجتہاد اجتماعی کا طریقہ کار

امام ابوحنیفہؒ نے دیگر مجتہدین کے برعکس اجتہاد و استخراج کا یہ پرخطر کام انفرادی و استبدادی انداز میں تنہا انجام نہیں دیا، بلکہ اس مقصد کے لیے آپ نے اپنے خاص الخاص تلامذہ کو، جو حدیث و فقہ میں ماہر ہونے کے ساتھ امام صاحب کے فیض صحبت کے باعث زاہد و عبادت گزار اور انتہائی متقی لوگ تھے، منتخب کر کے آنجلس اجتہاد تشکیل دی جو حریت فکر اور اظہار رائے میں اپنی مثال آپ تھی۔ (۱۸)

الامام الموفق الہکی کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور فیض یافتہ افراد کی تعداد یوں تو ہزاروں سے متجاوز ہے، تاہم بقول ابن حجرؒ ان میں آٹھ سو زیادہ مشہور ہوئے اور ان آٹھ سو میں سے ساٹھ کے قریب افراد خاص علمی مرتبے کے حامل اور اجتہاد کے درجے پر فائز تھے۔ امام ابوحنیفہؒ ان کو بہت عزیز رکھتے تھے اور انہیں پر مشتمل مجلس اجتہاد و فقہ انہوں نے قائم کی۔ ان میں یہ لوگ ممتاز تھے: ابو یوسفؒ، زفرؒ، داؤد الطائیؒ، اسد بن عمرؒ، یوسف بن خالد النمیمیؒ، یحییٰ بن ابی زائدہؒ، حسن بن زیادؒ، محمد بن حسنؒ، عافیہ بن یزید الاودبیؒ، قاسم بن معنؒ، عبداللہ ابن مبارکؒ، نصر بن عبدالکریمؒ، عبدالرزاق بن ہمامؒ وغیرہم۔ مشہور محدث و کبج بن الجراحؒ کے حالات میں، جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے استاد تھے، خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر چند اہل علم و کتب کے پاس جمع تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا: امام ابوحنیفہؒ نے فلان مسئلے میں غلطی کی ہے۔ و کبج بولے: ابوحنیفہؒ کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟ جس شخص کے ساتھ قیاس و درایت میں ابو یوسفؒ و زفرؒ حدیث میں یحییٰ بن زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، حبان اور مندلؒ، لغت و عربیت میں قاسم بن معنؒ اور زہد و تقویٰ میں داؤد الطائیؒ اور فضیل بن عیاضؒ کے رہنے کے لوگ ہوں، وہ کیسے غلطی کر سکتا ہے اور کرتا بھی ہے تو یہ لوگ اس کو کب غلطی پر رہنے دیتے ہیں؟

امام ابوحنیفہؒ کو کار اجتہاد اور تدوین فقہ و قانون کے لیے جن جن علوم کے ماہروں کی ضرورت تھی، انہوں نے فقہ اسلامی کے مختلف ابواب و مباحث کو ذہن میں رکھتے ہوئے نہایت کامیابی سے ان علوم میں مہارت رکھنے والے افراد کو نہ صرف جمع کیا بلکہ ساہا سال ان کی علمی اور مادی سرپرستی کر کے امت کو ایک بے مثال مجموعہ قوانین و فقہ کا تحفہ دیا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

”ایک اور مشکل یہ تھی کہ فقہ، زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہے اور قانون کے ماخذوں میں قانون کے علاوہ لغت، صرف و نحو، تاریخ وغیرہ ہی نہیں، حیوانات، نباتات بلکہ کیمیا کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ قبلہ معلوم کرنا جغرافیہ طبعی پر موقوف ہے۔ نماز اور افطار و سحری کے اوقات علم ہیئت وغیرہ کے دقیق مسائل پر مبنی ہیں۔ رمضان کے لیے رویت ہلال کو اہمیت ہے اور بادل وغیرہ کے باعث ایک جگہ چاند نظر نہ آئے تو کتنے فاصلے کی رویت اطراف پر موثر ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ مسائل کی طرف اشارے سے اندازہ ہوگا کہ نماز روزہ جیسے خالص عباداتی مسائل میں بھی علوم طبعیہ سے کس طرح قدم قدم پر مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کاروبار، تجارت، معاہدات، آب پاشی، صرافہ، بنک کاری وغیرہ کے سلسلے میں قانون سازی میں کتنے علوم کے ماہروں کی ضرورت ہو گی۔ امام ابوحنیفہؒ ہر علم کے ماہروں کو ہم بزم کرنے اور اسلامی قانون یعنی فقہ کو ان سب کے تعاون سے مرتب

مدون کرنے کی کوشش میں عمر بھر لگے رہے اور بہت کچھ کامیاب ہوئے۔ (۱۹)

آج کے دور میں علوم کی مختلف شاخوں نے اپنی مستقل حیثیت اختیار کر لی ہے اور ان میں تخصص کے لیے ساری عمر صرف کرنا پڑتی ہے، لیکن فقہ اسلامی کے طلبہ اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ ان میں سے کئی ایک علوم مثلاً معاشیات، سیاسیات، قانون بین الاقوام وغیرہ براہ راست علم فقہ کے ابواب ہیں۔ ان علوم سے متعلق جو قوانین مدون کیے گئے ہیں، ان کے لیے صرف کتاب، سنت، اجماع اور قیاس سے ہی کام نہیں لیا گیا بلکہ قانون سازی کے لیے دیگر علوم سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا۔ (۲۰)

الامام الموفق الحلی، امام ابوحنیفہؒ کے مجموعہ قوانین کے بارے میں لکھتے ہیں: ”وہ مجموعہ نحو اور حساب کے ایسے دقیق مسائل پر مشتمل تھا جن کو سمجھنے کے لیے عربی زبان و ادب اور الجبر وغیرہ میں مہارت تامہ کی ضرورت تھی۔“ (۲۱)

موفق، امام ابو بکر الجصاص کی تالیف ”شرح جامع صغیر“ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ میں نے مدینہ السلام (بغداد) میں ایک بہت بڑے نحوی حسن بن عبدالغفار کو اس کتاب کے بعض مسائل سنائے جن کا تعلق نحو و لغت کے ذریعے استخراج مسائل سے تھا تو جیسے جیسے وہ مسائل سنتے جاتے تھے، حیرت سے میری طرف دیکھتے۔ آخر میں بولے، ان نتائج کا استنباط وہی کر سکتا ہے جو علوم نحو میں خلیل اور سیبویہ کا ہم پلہ ہو۔ (۲۲)

طریقہ بحث و تحقیق

امام ابوحنیفہؒ کی مجلس فقہ و اجتہاد کے ارکان کے ناموں کی تلاش کے لیے آپ کے سوانح نگاروں نے بلاشبہ سخت جگہ کاوی کی ہے۔ آپ کی تدوین فقہ کے تیس سالوں میں ہزاروں نہیں تو سیکڑوں طالب علموں نے ان سے کسب فیض کیا۔ ان میں سے بعض غیر معمولی قابلیت کے حامل تلامذہ کو امام اپنی مجلس فقہ میں شامل کر لیتے تھے جبکہ اکثریت ایک خاص مدت تک امام ابوحنیفہؒ کے طریقہ استدلال اور منہج اجتہاد میں مہارت حاصل کرنے کے بعد اپنے شہروں کو روانہ ہو جاتی تھی، جیسا کہ شیخ محمد ابوزہرہ نے لکھا ہے:

لقد كان لابي حنيفة تلامذة كثيرون منهم من كان يرحل اليه ويستمع امرام
يعود الى بلده بعد ان ياخذ طريقته ومنهاجه ومنهم من لازمه
”امام ابوحنیفہؒ کے بہت سے شاگرد تھے۔ ان میں سے کچھ تو وہ تھے جو آپ کے پاس آ کر کچھ عرصہ گزارتے،
آپ کا طریقہ استنباط سیکھتے، اسے اپنا کرواپس وطن لوٹ جاتے، اور ان میں سے کچھ نے آپ کی صحبت اختیار کر
لی تھی۔“

مذکورہ حضرات مختلف علوم و فنون کے ماہر، غیر معمولی قابلیتوں اور علمی حیثیتوں کے مالک تھے۔ (۲۳)

مجلس میں مسائل پر بحث و گفتگو کے طریقے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے الموفق لکھتے ہیں:

كان يلقي مسألة مسألة يقلبهم ويسمع ما عندهم ويقول ما عنده ويناظرهم
شهرًا او اكثر من ذلك حتى يستقر احد الاقوال فيها۔ (۲۴)

”ایک ایک مسئلہ کو پیش کرتے، لوگوں کے خیالات کو لٹنے پلٹنے، اراکین مجلس کی آرا اور دلائل سنتے۔ اپنی رائے اور دلائل سے اہل مجلس کو آگاہ کرتے اور ان سے مناظرہ کرتے۔ کبھی ایک ایک مسئلہ پر بحث و مناظرہ کا سلسلہ ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ مدت تک چلتا تا آنکہ مسئلے کا کوئی پہلو متعین ہو جاتا۔“

بامقصد اور آزادانہ بحث

امام ابوحنیفہؒ نے مشاورت کو بامقصد، بحث و مناظرہ کو آزادانہ اور مجلس اجتہاد کو بے تکلف بنانے کی شعوری کوشش کی تھی تاکہ ادب و آداب اور عقیدت و لحاظ کے باعث قانون سازی میں کسی قسم کا سقم نہ رہ جائے۔ مشہور محدث عبد اللہ ابن مبارک کہتے ہیں: ”میری موجودگی میں ایک مسئلہ بحث کے لیے پیش ہوا۔ مسلسل تین دن تک ارکان مجلس اس پر غور و خوض اور بحث و مباحثہ کرتے رہے۔“

کوفہ کے اہل علم امام ابوحنیفہؒ کے قانون سازی اور حل مسائل کے اس اچھوتے انداز کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے اور پسند کرتے تھے۔ (۲۵)

مشہور محدث اعمش نے مجلس کے طریق کار کو بیان کرتے ہوئے کہا: جب اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو حاضرین اس مسئلے کو اس قدر گردش دیتے ہیں اور الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ بالآخر اس کا حل روشن ہو جاتا ہے۔ (۲۶)

ہم عصر علمی مجالس سے استفادہ

امام ابو یوسف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مسئلہ زیر تحقیق ہوتا تو کوفہ کی دوسری علمی مجالس سے بھی مراجعت کی جاتی کہ آیا اس مسئلے میں ان کے پاس کوئی حدیث ہے۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ مجھے تلاش سے جو احادیث ملتیں، میں لے کر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ بتاتے کہ ان میں سے فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں صحیح نہیں ہے، اور ہم نے جو رائے اختیار کی ہے، وہ حدیث صحیح کے مطابق ہے۔ میں پوچھتا کہ آپ کو ان احادیث کا کیسے علم ہوا؟ تو جواب دیتے کہ کوفہ میں جتنا علم ہے، وہ سارا میرے پاس ہے۔ (۲۷)

اہم عصری مباحث و موضوعات پر اجتہاد

امام ابوحنیفہؒ کی مجلس اجتہاد میں بعض اہم عصری موضوعات زیر تحقیق لائے گئے۔ امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کیں۔ قانون بین الممالک، جو تاریخ کا حصہ سمجھا جاتا تھا، اس کو تاریخ سے الگ کر کے مستقل فقہی چیز قرار دیا گیا اور کتاب السیر مرتب ہوئی جس میں صلح اور جنگ کے قوانین مدون ہوئے۔ اس طرح ایک ضخیم مجموعہ قوانین تیار ہوا جو متعدد کتب کی شکل میں اس دور میں موجود رہا۔ بعد میں ان تالیفات کو امام محمد بن حسن شیبانی نے مزید منبج کر کے مدون کیا اور یہی مجموعے فقہ حنفی کی اساسی کتب ہیں۔

اہم اصول اجتہاد

امام ابوحنیفہؒ کی قائم کردہ مجلس اجتہاد کا طریق اجتہاد تقریباً وہی تھا جو اصحاب رسولؐ نے اختیار کیا تھا۔ اس مجلس کے

طریق میں بھی صحابہ کرامؓ کے اختیار کردہ اصول کارفرما نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر صبحی محمصانی اس طریق کار کے ضمن میں امام صاحب کا اپنا ایک قول نقل کرتے ہیں:

اذالم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنة رسول اللہ نظرت فی اقوالہ اصحابہ
ولا اخرج عن قولہم الی غیرہم فاذا انتہی الامر الی ابراہیم والشعبی وابن
سیرین والحسن وعطاء وسعید بن جبیر فقوم اجتہدوا فاجتہد کما
اجتہدوا۔ (۲۸)

”اگر کتاب اللہ اور سنت رسولؐ دونوں میں مسئلہ نمل سکے تو اقوال صحابہؓ سے اخذ کرتا ہوں۔ جس کا قول چاہتا ہوں، لے لیتا ہوں اور جس کا قول چھوڑنا چاہوں، ترک کر دیتا ہوں اور ان کے اقوال سے کسی دوسرے کے قول کی طرف تجاویز نہیں کرتا، لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء اور سعید بن جبیر تک پہنچتا ہے تو وہ اجتہاد کرنے والے لوگ تھے، ہمیں بھی ان کی طرح اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہے۔“

اس طرح علامہ عبدالبرکی ”الاشقاء“ میں نیز موفق المکی کی ”المناقب“ میں مذکور ہے:

”آپ معتبر قول کو لیتے، قبیح سے دور بھاگتے، لوگوں کے معاملات میں غور و فکر کرتے۔ جب لوگوں کے احوال اپنی طبعی رفتار سے جاری رہتے تو قیاس سے کام لیتے۔ مگر جب قیاس سے کسی فساد کا اندیشہ ہوتا تو لوگوں کے معاملات کا فیصلہ استحسان سے کرتے۔ جب اس سے بھی معاملات بگڑتے نظر آتے تو مسلمانوں کے تعامل کی طرف رجوع کرتے۔ جس حدیث پر محدثین کا اجماع ہوتا، اس پر عمل پیرا ہوتے۔ پھر جب تک مناسب سمجھتے، اس پر اپنے قیاس کی بنیاد کھڑی کرتے۔ پھر استحسان کا رخ کرتے۔ قیاس اور استحسان میں سے جو زیادہ موافق ہوتا، اس کی طرف رجوع کرتے۔ سہل کہتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ کا علم عوام کی سمجھ میں آنے والا علم ہے۔“

نیز اسی کتاب میں ہے:

”ابوحنیفہؒ نسخ منسوخ احادیث کی بہت چھان بین کرتے ہیں۔ جب کوئی حدیث مرفوع یا اثر صحابی آپ کے نزدیک ثابت ہو جاتا تو اس پر عمل کرتے۔ آپ اہل کوفہ کی احادیث سے خوب آگاہ تھے اور ان پر بڑی سختی سے عامل رہتے تھے۔“

گویا مجلس اجتہاد میں پیش آمدہ مسائل کا حل پہلے قرآن و سنت سے تلاش کیا جاتا۔ سنت دوسرا بڑا ماخذ ہے جس پر مدار استنباط تھا۔ قرآن حکیم شریعت کا اصل الاصول اور اس کا سرچشمہ ہے جس کا ثبوت قطعی ہے جب کہ حدیث کا ثبوت ظنی ہے۔ جو اوامر قرآن میں ہوں، وہ ”فرض“ اور جو ”حدیث“ سے ثابت ہوں، ان کو ”واجب“ کہا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ دلائل میں اسی تقدیم و تاخیر کے قائل تھے۔ آپ فرماتے ہیں: ”ہم پہلے کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں، پھر سنت نبویؐ سے، پھر قضایا صحابہؓ سے۔ صحابہؓ جس بات پر متفق ہوں، ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ اگر صحابہؓ میں اختلاف پایا جاتا ہو تو ہم علت جامعہ کی بنا پر ایک حکم کو دوسرے حکم پر قیاس کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔“ (۳۰)

امام ابوحنیفہؒ نے علوم نبویؐ کے خزانے سے کما حقہ فائدہ اٹھایا۔ اخذ و قبول حدیث کے اصول متعین فرمائے۔ فقہ

الحدیث میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ آپ کے جلیل القدر شاگرد اور محدث امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

”مارایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التي فيه من الفقه من ابی حنیفہؒ.... و كان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی“ (۳۱)
 ”میں نے امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو حدیث سمجھنے اور اس سے فقہی جزئیات اخذ کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ صحیح حدیث کی مجھ سے زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے۔“

علاوہ ازیں مجلس اجتہاد میں صحابہ خصوصاً سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، سیدنا علیؓ، قاضی شریح، ابراہیم نخعی اور دیگر ہم عصر فقہاء و مجتہدین کے فیصلوں اور قضایا کو کافی اہمیت دی جاتی۔

اس طرح قانون سازی کے سلسلے میں مذکورہ بالا اجتماعی اجتہادی کاوشوں کی بنا پر جو قانونی سرمایہ وجود میں آیا، اس کی مثال دنیا کی دیگر اقوام میں عنقہا ہے۔ سیکڑوں متون (texts)، ہزاروں شروح و حواشی کے علاوہ وقائع اور حوادث و فتاویٰ کی حیثیت وہی ہے جو ان کل عدالتوں میں نظر (precedents) کی ہے۔

آج عالم اسلام جن فکری، تہذیبی، تعلیمی اور قانونی مسائل سے دوچار ہے، ان کے حل کے سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ کا اجتماعی اجتہاد کا طریق کار چراغ راہ کا کام دے گا۔ قرآن و سنت، اقوال صحابہؓ اور قدیم علمی فقہی سرمایہ کو سامنے رکھتے ہوئے علمائے اسلام کی نمائندہ کونسلیں پیش آمدہ مسائل پر غور و فکر کریں۔ مسائل کے فنی اور شرعی پہلوؤں پر خوب غور و فکر کر کے مسائل کا حل سامنے لائیں۔ اس کام کے لیے اللہ رب العزت سے دعا و استعانت، خلوص نیت اور عزم مصمم کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات

(۱) ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے زیر اہتمام ۱۹ سے ۲۲ مارچ ۲۰۰۵ منعقد ہونے والا اجتماعی اجتہاد پر بین الاقوامی سیمینار اسی مقصد کے لیے بلا یا گیا تھا۔

(۲) Micheal Heart: "The 100 - A Rankin of The Most Influential Persons in (۲) History", New york, 1978, P. 33

(۳) علامہ محمد الحضری نے اپنی کتاب ”تاریخ التشریح الاسلامی“ میں حضورؐ کے ذاتی اجتہادات کی مختلف مثالیں پیش کی ہیں۔ (محمد الحضری: تاریخ التشریح الاسلامی، طبع مصر، ۱۹۶۰م، ص ۲۶ تا ۳۹)

(۴) یہ شواہد بھی موجود ہیں کہ حضور ﷺ نے بعض صحابہؓ کو اپنے عہد مسعود میں اجتہاد کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (ڈاکٹر حمید اللہ: ”امام ابو حنیفہؒ کی تدوین قانون اسلامی“، کراچی، N.D. ص ۱۳)

(۵) ڈاکٹر صحتی محمد صانی: ”فلسفہ التشریح فی الاسلام“، بیروت، ۱۹۶۱۔ ص ۳۳، ۳۴

(۶) ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں، شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں اور عصر حاضر میں علامہ محمد الحضری نے صحابہ کرامؓ کے فتوؤں میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور ان کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ ملاحظہ ہو: ابن خلدون، مقدمہ (اردو ترجمہ)، ص

۳۶۹۔ شاہ ولی اللہ: حجتہ اللہ البالغہ (اردو ترجمہ)، لاہور، حصہ اول، ص ۳۷۵۔ محمد خضریٰ: تاریخ التشریح الاسلامی، مصر۔ ۱۹۶۰م
ص ۱۲۷ تا ۱۱۷۔

Dr. Hamidullah : "Introduction to Islam", Lahore, 1974, P. 267 (۷)

(۸) صحیحی محصانی: "فلسفہ التشریح فی الاسلام"، بیروت، ۱۹۶۱ء، ص ۴۱۔

(۹) خیر الدین زکلی: "الاعلام"، الجزء التاسع، ص ۴۔

(۱۰) ابوزہرہ: "ابوحنیفہؒ حیاتیہ و عصرہ و آراءہ و فقہہ" (اردو ترجمہ) المکتبہ السلفیہ، لاہور ۱۹۶۲ء، ص ۳۶۔

(۱۱) الدكتور محمد یوسف موسیٰ: "محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی"، الجزء الثالث، ص ۳۶۔

(۱۲) المصدر السابق۔

(۱۳) فلسفہ التشریح فی الاسلام، ص ۴۲۔

(۱۴) ج ۱۳، ص ۳۲۶۔

(۱۵) ج ۹، ص ۵۔

(۱۶) امام ابوحنیفہؒ کی قانون تدوین اسلامی، ص ۳۴۔

(۱۷) ابن خلدون: مقدمہ (اردو ترجمہ) کراچی، ص ۴۶۸۔

(۱۸) ابوزہرہ: ص ۲۲۱۔

(۱۹) امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی، (پیش لفظ)۔

(۲۰) محمد طفیل ہاشمی: "امام ابوحنیفہؒ کی مجلس تدوین فقہ"، علمی مرکز و ملت پبلی کیشنز، اسلام آباد ۱۹۹۸ء، ص ۹۰۔

(۲۱) الموفق الہکی الامام: "مناقب الامام ابی حنیفہؒ"، دائرة المعارف حیدرآباد (سن) ۱۲۷/۲۔

(۲۲) المصدر السابق: ۲/ ۱۳۸۔

(۲۳) الشیخ ابوزہرہ: "ابوحنیفہؒ حیاتیہ و عصرہ"، (مترجم اردو)، المکتبہ السلفیہ، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۱۸۲۔

(۲۴) الموفق الہکی: المصدر السابق، ۲/ ۱۳۳۔

(۲۵) المصدر السابق، ۵۴/۱۔

(۲۶) کروری: مناقب امام ابوحنیفہؒ، ۳۰/۲۔

(۲۷) الموفق الہکی: ۲/ ۱۵۲۔

(۲۸) صحیحی محصانی: "فلسفہ التشریح فی الاسلام"، ۱۹۶۱ء، ص ۴۲۔

(۲۹) ابن عبدالبر: "الانتقاء فی فضائل الثلاثة الفقہاء"، ص ۱۴۳۔

(۳۰) عبدالوہاب الشعرانی: "المیزان الکبریٰ"، طبع مصر، ۱۳۴۴ھ، ص ۶۱۔

(۳۱) الدكتور ابو یوسف موسیٰ: "محاضرات فی تاریخ الفقہ الاسلامی" (۳)، ص ۶۶۔